ہجرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جمع وترتیب

محمد عبید اللہ خان قاسمی

بزم خطباء

ربیع أوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه أجمعين ومن تبعهم بإحسان الى يوم الدين، اما بعد:

قال الله تعالىٰ فى القرآن المجيد والفرقان الحميد:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم:

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ، (التوبہ:۴۰)

ترجمہ: اگر تم رسول کی مدد نہیں کرو گے تو (یاد رکھو) اللہ ہی نے ان کی مدد کی تھی، جب کہ کفر کرنے والوں نے ان کو (وطن سے) نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے؛ کہ وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے: گھبراؤ مت، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہیں؛ چنانچہ اللہ نے ان پر اپنی طرف سے سکون وطمانینت اتاری، اللہ نے ان کو ایسے لشکر سے تقویت پہنچائی، جن کو تم نے نہیں دیکھا، کفر کرنے والوں کی بات کو اللہ نے نیچا کر دیا اور اللہ ہی کا کلمہ سر بلند رہا اور اللہ زبردست وحکمت والے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط وَلَأَجْرُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ م لَوْ كَانُوْا

يَعْلَمُوْنَ. (النحل:۴۱)

ترجمہ: جن لوگوں نے دوسروں کے ظلم سہنے کے بعد اپنا وطن چھوڑا یقین رکھو انہیں ہم دنیا میں بھی اچھی طرح بسائیں گے اور آخرت کا اجر تو یقیناً سب سے بڑا ہے، کاش کہ یہ لوگ جان لیتے۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ. (آل عمران:۱۹۵)

ترجمہ: ''سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں اور جنھوں نے (دین کے خاطر) لڑائی لڑی اور قتل ہوئے، میں ان سب کی برائیوں کا ضرور کفارہ کردوں گا اور انہیں ضرور بالضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہوگا، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بہترین انعام ہے۔

تمہید

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں جب توحید و رسالت کے پیغام کو عام کرنا شروع کیا تو مکہ مکرمہ کے وہ لوگ جو آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے اور ہر اہم کام میں آپ سے مشورہ کرتے تھے وہ آپ کے جانی دشمن بن گئے، آپ پر اور آپ کے جانثاروں پر ظلم کے پہاڑ ڈھانے لگے، تیرہ سال تک ظلم و جبر کا یہ سلسلہ جاری رہا، قربان جایئے ان جانثاروں پر جو ظلم کا ہر وار سہتے رہے ظلم کی چکی میں پستے رہے، لیکن صبر و استقامت کے دامن کو انھوں نے نہ چھوڑا، تیرہ سال تک جب یہ ظلم و ستم کی آگ نہ بجھی تو اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے لیے مدینۃ المنورہ کی شکل میں ایک اسلامی مرکز عطا فرمایا۔

ہجرت کی حقیقت

مکہ مکرمہ سے مدینۃ المنورہ جانے کو ہجرت کہا جاتا ہے، ہجرت ایک اسلامی اصطلاح ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ دین پر عمل کرنے یا ایمان کی حفاظت اور دینِ حق کی دعوت و اشاعت کی غرض سے اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر کسی ایسے علاقہ میں جا بسنا اور نیا میدان تلاش کرنے کے لیے مرکز قائم کرنا جہاں شعائر اسلام پر عمل کرنے کی اور دین حق کی دعوت و اشاعت کی مکمل آزادی ہو، شریعت میں اس عمل خیر کو ہجرت کہتے ہیں، ہجرت گوشۂ عافیت تلاش کرنے کا نہیں، بلکہ ایک میدان تلاش کرنے کا نام ہے، یہ کوئی سفر تجارت نہیں

کہ مال واسباب کے ساتھ بآسانی گھر سے نکل جائیں اور پھر واپس لوٹ آئیں، بلکہ یہ ایک پرمشقت سفر ہے جس میں آبائی وطن کو دین کے لیے چھوڑنا پڑتا ہے، جائیداد سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں، اعزہ واقرباء جدا ہوجاتے ہیں۔

یوں تو تقریباً ہر نبی اور رسول نے ہجرت فرمائی ہے، شاید ہی کوئی پیغمبر ہوں جن کو ہجرت نہ کرنی پڑی ہو، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت موسیٰ علیہم السلام وغیرہ کی ہجرت کے واقعات تو خود قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، لیکن ہجرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی نرالی شان ہے، اس کا ایک ایک واقعہ عبرت ونصیحت کا عنوان اور جواہرات ونوادرات سے بھرپور ہے، عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں عبرت اور موعظت کے نقوش تلاش کیے جائیں اور ان سے اپنی عملی زندگی میں رہنمائی حاصل کی جائے۔

ہجرت کا آغاز

نبوت کے گیارہویں سال مدینہ جو اس وقت تک یثرب کہلاتا تھا وہاں کے چند آدمی حج کے لیے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کی، جس پر ان میں سے چھ آدمیوں نے عقبہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام قبول کرلیا، اسی مناسبت سے یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے، ان چھ خوش نصیبوں کے نام یہ ہیں:

عقبہ بن عامر بن نابی

ابوامامہ اسعد بن زرارہ

عوف بن حارث

رافع بن مالک

قطبہ بن عامر بن حدیدہ

جابر بن عبداللہ بن ریاب

(مدارج النبوۃ: ۲/ ۷۹، ابن ہشام: ۱/ ۴۳۱)

دوسرے سال یعنی بعثت کے بارہویں سال انہی قبائل کے بارہ آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت توحید قبول کی اور اسی مقام پر بیعت ہوئی جو بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے، تیسرے سال یعنی بعثت کے تیرہویں سال بہتر ۷۲ افراد کو بیعت کا شرف حاصل ہوا یہ بیعت عقبہ اخریٰ کہلاتی ہے، ان لوگوں نے جن باتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ہم خدائے واحد کی عبادت کریں گے

ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے

ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے

ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے

ہم نبی کی اطاعت کریں گے

(بخاری: ۳۸۹۲)

اسلام مدینہ میں

اس طرح تین سال تک اوس وخزرج کے افراد نے اسلام قبول کیا اور اسلام مکہ سے نکل کر مدینہ کی حدود میں داخل ہوگیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی مدینہ نہیں پہنچے لیکن آپ کی دعوت پہلے پہنچ چکی ہے، اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشہور صحابی مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا، مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور ان کی کوششوں سے مدینہ میں اسلام کافی پھلا پھولا، چند ہی دنوں میں قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اسلام لے آئے، ایک سردار کے ایمان لانے کا مطلب تھا کہ ان کے پورے قبیلے سے جلد اسلام قبول کرنے کی توقع ہے، اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا اور مدینہ میں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوگئی جو اسلام کے سچے شیدائی تھے، بیعت عقبہ تاریخ اسلام کا ایک اہم پہلو ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں جہاں اشاعت اسلام کو فروغ حاصل ہوا وہیں مدینے میں اوس اور خزرج قبائل کی صدیوں پرانی دشمنی کا بھی خاتمہ ہوا، اسی بیعت کے نتیجے میں مسلمانوں کے لیے بہتر مستقبل کی راہ ہموار ہوئی اور مدینہ پر یہودیوں کے سیاسی، مذہبی اور معاشی غلبے کا خاتمہ ہوگیا، یہ بیعت دراصل تاریخ اسلام کے سب سے عظیم واقعے ہجرت کی تمہید بھی تھی جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے عرب میں پہلی بار تقویت حاصل کی اور مدینہ پہلی اسلامی ریاست بنا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہنچے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ کے گھر ٹھہرے، پھر دونوں نے مل کر اہلِ یثرب میں جوش خروش سے اسلام کی تبلیغ شروع کردی حضرت مصعبؓ مُقری کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ (مقری کے معنی ہیں پڑھانے والا، اس وقت معلم اور استاد کو مقری کہتے تھے) تبلیغ کے سلسلے میں ان کی کامیابی کا ایک نہایت شاندار واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت اسعد بن زرارہؓ انہیں ساتھ لے کر ایک محلے میں تشریف لے گئے اور وہاں ایک باغ کے اندر کنویں پر بیٹھ گئے، ان کے پاس چند مسلمان بھی جمع ہوگئے، اس وقت تک دو سردار، یعنی حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اُسید بن حضیر مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ شرک ہی پر تھے، انہیں جب خبر ہوئی تو حضرت سعدؓ نے حضرت اُسید سے کہا کہ ذرا جاؤ اور ان دونوں کو، جو ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانے آئے ہیں، ڈانٹ

دو اور ہمارے محلے میں آنے سے منع کر دو، چونکہ اسعد بن زرارہ میری خالہ کا لڑکا ہے اس لیے تمہیں بھیج رہا ہوں ورنہ یہ کام میں خود انجام دے دیتا، آپ نے اپنا حربہ اٹھایا اور ان دونوں کے پاس پہنچے، حضرت اسعدؓ نے انہیں آتا دیکھ کر حضرت مصعبؓ سے کہا: یہ اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آ رہا ہے، اس کے بارے میں اللہ سے سچائی اختیار کرنا، حضرت مصعبؓ نے کہا: اگر یہ بیٹھا تو اس سے بات کروں گا، اُسَید پہنچے تو ان کے پاس کھڑے ہو کر سخت سست کہنے لگے، بولے: تم دونوں ہمارے یہاں کیوں آئے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بناتے ہو؟ یاد رکھو! تمہیں اپنی جان کی ضرورت ہے تو ہم سے الگ ہی رہو، حضرت مصعبؓ نے کہا: کیوں نہ آپ بیٹھیں اور کچھ سنیں، اگر کوئی بات پسند آ جائے تو قبول کر لیں، پسند نہ آئے تو چھوڑ دیں، حضرت اسید نے کہا: بات منصفانہ کہہ رہے ہو، اس کے بعد اپنا حربہ گاڑ کر بیٹھ گئے، اب حضرت مصعبؓ نے اسلام کی بات شروع کی اور قرآن کی تلاوت فرمائی، ان کا بیان ہے کہ واللہ! ہم نے حضرت اُسیدؓ کے بولنے سے پہلے ہی ان کے چہرے کی چمک دمک سے ان کے اسلام کا پتہ لگا لیا، اس کے بعد انہوں نے زبان کھولی تو فرمایا: یہ تو بڑا عمدہ اور بہت ہی خوب تر ہے، تم لوگ کسی کو اس دین میں داخل کرنا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ غسل کر لیں، کپڑے پاک کر لیں، پھر حق کی شہادت دیں، پھر دو رکعت نماز پڑھیں، انہوں نے اٹھ کر غسل کیا، کپڑے پاک کیے کلمۂ شہادت ادا کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر بولے: میرے پیچھے ایک اور شخص ہے، اگر وہ تمہارا پیروکار بن جائے تو اس کی قوم کا کوئی آدمی پیچھے نہ رہے گا اور میں اس کو ابھی تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔

اس کے بعد حضرت اُسیدؓ نے اپنا حربہ اٹھایا اور پلٹ کر حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے۔ وہ اپنی قوم کے ساتھ محفل میں تشریف فرما تھے، حضرت اُسید کو دیکھ کر بولے: میں واللہ کہہ رہا ہوں کہ یہ شخص تمہارے پاس جو چہرہ لے کر آ رہا ہے یہ وہ چہرہ نہیں ہے جسے لے کر گیا تھا، پھر جب حضرت اُسید محفل کے پاس آن کھڑے ہوئے تو حضرت سعدؓ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا: میں نے ان دونوں سے بات کی تو واللہ مجھے کوئی حرج تو نظر نہیں آیا، ویسے میں نے انہیں منع کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم وہی کریں گے جو آپ چاہیں گے، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی حارثہ کے لوگ اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے گئے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسعد آپ کی خالہ کا لڑکا ہے، لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کا عہد توڑ دیں، یہ سن کر سعد غصے سے بھڑک اٹھے اور اپنا نیزہ لے کر سیدھے ان دونوں کے پاس پہنچے، دیکھا تو دونوں اطمینان سے بیٹھے ہیں، سمجھ گئے کہ اُسید کا منشا یہ تھا کہ آپ بھی ان کی باتیں سنیں لیکن یہ ان کے پاس پہنچے تو کھڑے ہو کر سخت سست کہنے لگے، پھر اسعد بن زرارہ کو مخاطب کر کے بولے: اللہ کی قسم اے ابوامامہ! اگر میرے اور تیرے درمیان قرابت کا معاملہ نہ ہوتا تو تم مجھ سے اس کی امید نہ رکھ سکتے تھے، ہمارے محلے میں آ کر ایسی حرکتیں کرتے ہو جو ہمیں گوارا نہیں، ادھر حضرت اسعدؓ نے حضرت مُصعبؓ سے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ واللہ! تمہارے پاس ایک ایسا سردار آ رہا ہے، جس کے پیچھے اس کی پوری قوم ہے، اگر اس نے تمہاری بات مان لی تو پھر ان میں سے کوئی بھی نہ رکے گا، اس لیے حضرت مصعبؓ نے حضرت سعد سے کہا: کیوں نہ آپ تشریف رکھیں اور سنیں، اگر کوئی بات پسند آ گئی تو قبول کر لیں اور اگر پسند نہ آئی تو ہم آپ کی ناپسندیدہ

بات کو آپ سے دور ہی رکھیں گے، حضرت سعد نے کہا: انصاف کی بات کہتے ہو، اس کے بعد اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے، حضرت مصعبؓ نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت کی، ان کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت سعد کے بولنے سے پہلے ہی ان کے چہرے کی چمک دمک سے ان کے اسلام کا پتہ لگ گیا، اس کے بعد انہوں نے زبان کھولی اور فرمایا: تم لوگ اسلام لاتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ غسل کرلیں، پھر حق کی شہادت دیں، پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔ حضرت سعدؓ نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد اپنا نیزہ اٹھایا اور اپنی قوم کی محفل میں تشریف لائے، لوگوں نے دیکھتے ہی کہا: ہم واللہ! کہہ رہے ہیں کہ حضرت سعدؓ جو چہرہ لے کر گئے تھے اس کے بجائے دوسرا ہی چہرہ لے کر پلٹے ہیں، پھر جب حضرت سعدؓ اہل مجلس کے پاس آ کر رکے تو بولے: اے بنی عبد الاشہل! تم لوگ اپنے اندر میرا معاملہ کیسا جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: آپ ہمارے سردار ہیں، سب سے اچھی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں اور ہمارے سب سے بابرکت پاسبان ہیں، انہوں نے کہا: اچھا تو سنو! اب تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری بات چیت حرام ہے جب تک کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ، ان کی اس بات کا یہ اثر ہوا کہ شام ہوتے ہوتے اس قبیلے کا کوئی بھی مرد اور کوئی بھی عورت ایسی نہ بچی جو مسلمان نہ ہوگئی ہو، صرف ایک آدمی جس کا نام اُصیرم تھا اس کا اسلام جنگِ احد تک موخر ہوا، پھر احد کے دن اس نے اسلام قبول کیا اور جنگ میں لڑتا ہوا کام آ گیا، اس نے ابھی اللہ کے لیے ایک سجدہ بھی نہ کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر پایا۔

حضرت مصعبؓ، حضرت اسعدؓ بن زرارہ ہی کے گھر مقیم رہ کر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، یہاں تک کہ انصار کا کوئی گھر باقی نہ بچا جس میں چند مرد اور عورت مسلمان نہ ہو چکی ہوں۔ (ابن ہشام: ۱/ ۴۳۵، زاد المعاد ۲/ ۵۱)

یہ بنیاد تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے ہجرت کی، ہونے والے انصار نے مدینہ آنے کی دعوت دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قبول کیا، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو ہجرت کی اجازت دی، صحابہ نے ہجرت کرنا شروع کیا، لیکن ہجرت کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا، کفار مکہ نے ہجرت کرنے سے روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

ہجرت میں مشکلات

قریشی صحابہ میں سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے سب سے پہلے مہاجر حضرت ابو سلمہؓ ہیں، ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد جب ان کو قریش نے اذیت پہنچائی تو انھوں نے حبشہ جانے کا دوبارہ عزم کرلیا، پھر ان کو معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلامی بھائی موجود ہیں تو انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کا عزم کرلیا، کفار مکہ نے انھیں روک لیا ان کے ساتھ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ (جو حضرت

ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں) اور شیر خوار بچہ تھا، کفار مکہ نے ان کو الگ الگ کردیا اور حضرت ابوسلمہؓ کو اکیلے مدینہ کی طرف روانہ ہونا پڑا، ان کے بعد حضرت عامرؓ بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حشمہ کا نام مہاجرین کی فہرست میں اول ہے، اس کے بعد حضرت عمارؓ بن یاسر، حضرت بلالؓ ابن رباح اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے نام ہیں، حضرت عثمانؓ اپنی زوجہ حضرت رقیہؓ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے، اس کے بعد ہجرت کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہوگیا، بعض صحابہؓ نے راہِ ہجرت میں بڑی مصیبتیں اٹھائیں جن میں حضرت ابوسلمہؓ عبداللہ اور ان کی زوجہ حضرت اُم سلمہؓ، حضرت صہیبؓ رومی، حضرت عباسؓ بن ربیعہ اور حضرت عبداللہؓ بن سہیل کی داستان بڑی دردناک ہے، حضرت صہیبؓ بن سنان رومی مکہ چھوڑنے والوں میں آخری مہاجر تھے، صہیبؓ نے جب ہجرت کی ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ تعاقب کرنے والے بھی آ پہنچے، جب آپ نے ان کی آہٹ سنی تو ایک ٹیلے پر کھڑے ہوگئے، ترکش سے تیر نکالا اور کمان پر چڑھا کر انھیں یوں للکارا: اے قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے بڑھ کر تیز انداز ہوں، اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا، خدا کی قسم، تم مجھے اس وقت تک نہیں چھو سکتے جب تک کہ میں تمھارے اتنے آدمی قتل نہ کردوں جتنے میرے ترکش میں تیر ہیں، تیر ختم ہوں گے تو میں اپنی تلوار سے تمھاری گردنیں اڑانا شروع کردوں گا اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک میرے بازوؤں میں طاقت ہے، ان کی جراتمندانہ بات سن کر قریش کا ایک شخص بولا: لات وعزیٰ کی قسم ہم تمھیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے، جب تم یہاں آئے تھے تو مفلس اور غریب تھے، لیکن تھوڑے ہی عرصے میں دولت مند ہوگئے، یہ کیسے ممکن ہے کہ تم سارا مال ودولت اپنے ساتھ لے جاؤ اور ہم دیکھتے رہ جائیں، یہ سن کر حضرت صہیبؓ نے کہا: اگر میں اپنا سارا مال تمھارے سپرد کردوں تو پھر میرے راستے سے ہٹ جاؤ گے؟ ہاں اگر تم سارا مال ہمارے حوالے کردو تو پھر ہمارا تمھارا کوئی جھگڑا نہیں، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ دولت تو آنی جانی چیز ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تو انمول نعمت ہے، یہ سوچ کر انھوں نے آواز بلند کی: ٹھیک ہے، میرے گھر کے اندر فلاں کونے میں مال ودولت دفن ہے، اسے جاکر نکال لو، یہ سننا تھا کہ قریش کے لوگ لوٹ گئے، انھوں نے جاکر صہیب رضی اللہ عنہ کا مال ودولت حاصل کرلیا اور وہ خود ایمان کی دولت لے کر مدینہ پہنچ گئے۔

جب صہیب رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو سیدھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں اپنی داستان سنائی، آپ نے فرمایا: اے صہیب، تم نے قریش مکہ سے منافع کا سودا کیا۔

حضرت صہیبؓ اور ان جیسے دوسرے جانثار اور پختہ ایمان ویقین رکھنے والے صحابہؓ کے عمل کی تعریف خود قرآن نے بھی کی۔

حضرت عیاشؓ بن ربیعہ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ان کے دونوں بھائی ابوجہل اور حارث نے راستہ روک کر ان کی مشکیں باندھ لیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو حضرت ولیدؓ بن مغیرہ کو روانہ کیا جو انھیں چھڑا کر مدینہ لائے۔

حضرت عبداللہؓ بن سہیل بن عمرو حبشہ میں تھے، مسلمانوں کی مدینہ کو ہجرت سن کر مکہ آئے، باپ نے پکڑ کر قید کردیا اور تکلیفیں

دینی شروع کر دیں، آخر تنگ آ کر باپ کو یقین دلایا کہ آبائی دین کی طرف لوٹتا ہوں، اس طرح قید سے نجات پائی، جنگ بدر میں جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں ایک دوسرے کے مدّمقابل ہوئیں تو موقع پا کر مسلمانوں کی فوج میں شامل ہو گئے، ان کے باپ سہیل فتح مکہ کے روز ایمان لائے۔

صحابہ کرامؓ عموماً کافروں کے شر سے بچنے کے لئے بغیر کسی اعلان و اظہار کے خاموشی کے ساتھ ہجرت کر رہے تھے کیونکہ کفار انھیں ہجرت سے روکتے تھے مگر حضرت عمرؓ ہی وہ واحد صحابی ہیں جنھوں نے علانیہ طور پر ہجرت کی، انھوں نے اس شان سے ہجرت کی کہ پہلے مسلح ہوئے اور اپنے بدن پر ہتھیار لگا کر کفار کے مجموعہ میں سے گذرتے ہوئے خانہ کعبہ پہنچے، طواف کیا، نماز پڑھی، پھر بلند آواز سے پکار کر کہا کہ میں ہجرت کر کے مدینہ جا رہا ہوں، جس کسی کو مقابلہ کرنا ہو وہ حرم سے باہر آ کر مجھ سے مقابلہ کرے، چنانچہ وہ راہی مدینہ ہوئے راستہ میں کچھ مسلمان آپ کے ساتھ ہو گئے، اس طرح بیس افراد کا یہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت عمرؓ کے سوا دوسرے صحابہ جو ہجرت کے لئے نکلتے تھے وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے تھے، کفار کو ان کی ہجرت کا علم ہوتا تو انھیں گرفتار کر لیتے تھے اور اس بات کی بھی کوشش کرتے تھے کہ مدینہ سے ان کو کسی حیلے سے مکہ لا کر قید کر دیں چنانچہ عیاشؓ بن ربیعہ کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا، عیاشؓ بن ربیعہ اور ہشامؓ بن عاص اور حضرت عمرؓ تینوں نے ایک ساتھ ہجرت کا ارادہ کیا اور ان میں یہ بات قرار پائی کہ بنی غفار کے تالاب کے پاس مقام تناسب میں جمع ہو جائیں ہم میں سے جو بھی صبح کو وہاں نہیں پہنچے گا تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ گرفتار ہو گیا اس لئے بغیر انتظار کے پہنچ جانے والے روانہ ہو جائیں گے، صبح کو حضرت عمرؓ اور حضرت عیاشؓ پہنچ گئے اور حضرت ہشامؓ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے جنھیں ایک گھر میں بیڑی پہنا کر قید کر دیا گیا، جب یہ دونوں مدینہ پہنچے تو عمرؓ و بن عوف کے گھر اترے، مکہ سے ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام جو عیاشؓ کے چچا زاد بھائی تھے عیاشؓ کے پاس مدینہ منورہ پہنچے، ان دونوں نے عیاشؓ سے کہا کہ تمھاری ماں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک دیکھ نہ لے گی نہ تو اپنے سر میں کنگھی کرے گی اور دھوپ میں سے سایہ میں آئے گی، حضرت عمرؓ نے حضرت عیاشؓ سے کہا کہ ان کی باتوں میں نہ آنا یہ تم کو مرتد بنانا چاہتے ہیں، خدا کی قسم جب تمھاری ماں کو جوئیں تکلیف دیں گی تو ضرور کنگھی کرے گی اور مکہ کی دھوپ جب تیز ہوگی تو ضرور سایہ میں جائے گی، مگر حضرت عیاشؓ چونکہ رقیق القلب تھے وہ مکہ جانے کے لئے تیار ہو گئے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ اچھا تم میری اونٹنی لے لو، جہاں تم خطرہ محسوس کرو اس اونٹنی سے بچ نکلنا، جب تینوں روانہ ہوئے تو راستہ میں ابوجہل نے کہا: میں نے اپنے اونٹ پر بوجھ بہت لاد دیا ہے، کیا تھوڑی دیر کے لئے اپنی اونٹنی پر نہیں بٹھاؤ گے، حضرت عیاشؓ نے کہا کیوں نہیں، جب تینوں نے اونٹ بٹھائے اور زمین پر اتر آئے تو دونوں نے عیاشؓ پر حملہ کر دیا اور رسی میں باندھ لیا، جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو کہا: مکہ والو: اپنے بے ہودہ لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرو جس طرح ہم نے اس بے ہودے شخص کے ساتھ کیا ہے، (سیرت ابن ہشام)

واللہ خیر الماکرین

ہجرت کی اجازت ملنے کے بعد قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا، اللہ تعالیٰ کی مصلحت بھی یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں اس وقت تک رکھے جب تک مکہ والے دشمنی کی آخری حد تک نہ پہنچ جائیں۔

کفارِ مکہ کو جب جب اِس بات کا علم ہوا کہ مُسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے ہیں اور کسی وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے جائیں گے تو ابوجہل نے تمام سرداروں کو جمع کر کے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکل گئے تو اچھا نہ ہوگا، مختلف تجویزیں پیش ہوئیں، آخر اِس بات پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلہ سے ایک ممتاز جوان چُن لیا جائے اور وہ سب مل کر ایک دم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیں، اس صورت میں ان کا خون تمام قبیلوں میں تقسیم ہو جائے گا اور ان کے خاندان کے لوگوں کو یہ جرأت نہ ہو سکے گی کہ وہ سارے قبیلوں سے لڑائی مول لیں، چنانچہ اس فیصلہ کے بعد ہر قبیلے سے ایک ایک جوان لیا گیا اور ایک رات مقررّ کر کے اُن سے کہہ دِیا گیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے پاس جمع رہیں، جس وقت وہ صبح باہر نکلیں تو سب مل کر ایک ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹ پڑیں اور قتل کر ڈالیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دُشمنوں کے مشوروں کی اِطلاع ملتی رہی اور اللہ تعالی کی طرف سے بھی ہجرت کا حکم آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کے مکان پر تشریف لے گئے، ان سے تمام واقعہ بیان فرمایا، اُنھوں نے ساتھ رہنے کی درخواست کی، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا۔

جب سے حضرت ابوبکر صدیق کو معلوم ہوا تھا کہ ہم کو یہاں سے ہجرت کرنا ہے اُسی وقت سے اُنہوں نے خاص طور پر دو اُونٹوں کی پرورش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ فوراً دونوں اُونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی کہ اِن میں سے ایک پسند فرما لیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اُونٹ خرید لیا اور رات کا وقت روانگی کے لئے مقرر فرمایا، عبداللہ بن اریقط کو بطور رہبر ساتھ لے چلنے کا حکم ہوا اور کہہ دِیا گیا کہ تین دن کے بعد دونوں اُونٹ غارِ ثور پر لے آئے۔

جب رات ہونے کو آئی تو اس خیال سے کہ مشرکین مکہ کو یہ شُبہ نہ ہو کہ آپ گھر میں نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے بستر پر سُلا کر اپنی چادر اڑھا دی اور اُن سے کہا کہ تم یہاں رہ کر ان امانتوں کو جو لوگوں نے میرے پاس رکھی ہوئی ہیں ادا کر کے مدینے چلے آنا۔

اللہ اپنے کام پر غالب ہے، اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جسے بچانا چاہے اسکا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا اور جسے پکڑنا چاہے کوئی اسکو بچا نہیں سکتا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر وہ کام کیا جسے ذیل کی آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ،

(الانفال:۳۰)

ترجمہ: وہ موقع یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف سازش کر رہے تھے، تاکہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر کریں اور وہ لوگ داؤ چل رہے تھے اور اللہ بھی داؤ چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر داؤ والا ہے۔

یارِ غار

رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ صدیق کے گھر تشریف لے گئے اور اُن کے مکان کی کھڑکی سے باہر نکلے، جناب صدیق کو ساتھ لیا اور غارِ ثور میں جو مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے پناہ لی۔

اِدھر قریش کے جوان رات بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کے گرد گھومتے رہے اور منتظر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائیں تو ان پر وار کریں۔ لیکن دِن چڑھنے پر جب انہیں معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے بستر پر آرام فرما رہے ہیں تو اُنہوں نے فوراً اپنے سرداروں کو اس واقعہ کی اطلاع دی، سرداروں نے ہر طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں سوار اور پیدل دوڑائے اور اعلان کر دیا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ یا مُردہ کسی حالت میں لائے گا، اس کو سو اُونٹ انعام دیئے جائیں گے، انعام کے لالچ میں لوگ چاروں طرف دوڑے مگر ناکام واپس لوٹے۔

اذھما فی الغار

غارِ ثور میں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام سوراخ بند کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے، ایک سوراخ بند نہ ہو سکا تھا، اُس پر صدیق اکبرؓ نے اپنی ایڑی رکھ دی، اُس میں ایک سانپ تھا، جس نے اُنہیں ڈس لیا، آپ کو اگر چہ انتہائی تکلیف تھی مگر آپ نے اُف تک نہ کی کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں، مگر چند قطرے آنسوؤں کے بے اختیار نکل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُبارک چہرہ پر گر گئے جس سے آپ جاگ اُٹھے اور تکلیف کی وجہ پُوچھی، حضرت ابوبکرؓ نے سانپ کے ڈس لینے کا واقعہ بیان فرمایا، آپ نے فوراً اپنے مُنہ کا لُعاب زخم پر لگا دِیا جس سے اُسی وقت تکلیف دُور ہوگئ۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ کفارِ قریش ہماری تلاش میں اس غار تک بھی پہنچے، وہ ہمارے اِس قدر نزدیک تھے کہ ان کے پاؤں کی چاپ صاف سُنائی دیتی تھی، حضرت ابوبکرؓ گھبرائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکرؓ! گھبراؤ نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے، خُدا کی قدرت دیکھیے کہ دُشمنوں کے آنے سے پہلے ہی ایک مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دِیا، جسے دیکھ کر وہ لوگ واپس لوٹ گئے کہ اس غار میں کوئی نہیں ہوگا۔

ام معبد

تین دن غار ثور میں قیام کے بعد ایک اونٹنی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو گئے اور دوسری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہو کر ۸ دن کے معجزاتی سفر کے بعد دشمنوں کے نرغے سے نکل کر قباء میں پہنچے۔

راستہ میں بنی خزاعہ کی خاتون اُم معبد کا خیمہ ملا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دیر قیام کیا، اُم معبد کا اصلی نام عاتکہ بنت خالد تھا اور وہ نہایت قوی اور دلیر خاتون تھیں، وہ اپنے خیمہ کے آگے میدان میں چادر اوڑھ کر بیٹھی رہتی تھیں اور مسافروں کو کھلاتی پلاتی تھیں، ان حضرات نے کھانے کے لیے اُن سے قیمتاً کچھ مانگا لیکن انھوں نے جواب دیا کہ بوجہ قحط سالی گھر میں کچھ بھی نہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ایک لاغر بکری پر پڑھی تو پوچھا کہ اس میں کچھ دودھ ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کے تھنوں میں بالکل دودھ نہیں اس لئے کہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ چرنے نہ جاسکی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہوں، انھوں نے کہا کہ اگر آپ دودھ دیکھیں تو دوہ لیجیے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھن پر ہاتھ لگایا اور فرمایا کہ اے اللہ اُم معبد کی بکری میں برکت دے، اس بکری نے اتنا دودھ دیا کہ برتن تھوڑی دیر میں بھر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اُم معبد کو پلایا، اپنے اصحاب کو پلایا اور خود پیا، پھر اُم معبد کے برتن میں دوبارہ دودھ دوہا اور اس کو ان ہی کے پاس چھوڑ دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے، تھوڑی دیر کے بعد اُم معبد کے شوہر ابومعبد اکثم بن ابی الحون ریوڑ چرا کر واپس آئے تو دودھ سے بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گئے! پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا، اُم معبد نے کہا کہ میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتی کہ ایک بابرکت آدمی ادھر سے گذرے جو ایسے ایسے تھے، ان کے شوہر نے کہا کہ اس قریشی انسان کا حلیہ تو بیان کرو، اُم معبد کو حضور سے نہ تو کوئی تعارف تھا نہ کسی طرح کی پہچان، بلکہ جو کچھ دیکھا من وعن کہہ دیا، اصل مزہ عربی کے ان کلمات میں ہے جو ام معبد نے کہے ہیں، اس کا جو ترجمہ مؤلف رحمۃ للعالمین نے بڑے نرالے انداز میں کیا ہے وہ حسبِ ذیل ہے:

"پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر کو نکلا ہوا نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراغ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و بیشی الفاظ سے مبّرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں، مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو"

اُم معبد کی یہ قلمی تصویر سیرت کا ایک انمول خزانہ ہے۔ (رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان منصور پوری)

بعد میں دونوں میاں بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اسلام قبول کیا۔

سراقہ

اسی راستے میں ایک پہلوان سراقہ سے سامنا ہوگیا وہ انعام حاصل کرنے کے لیے یہاں تک پہنچ گیا تھا، سراقہ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے قبیلہ ''بنی مدلج'' کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان ہی میں سے ایک شخص نے آ کر اطلاع دی کہ میں نے چند لوگوں کو ابھی ساحل کے راستہ سے جاتے ہوئے دیکھا ہے، میرا گمان ہے کہ وہ محمد اور ان کے رفقاء ہیں، سراقہ کا بیان ہے کہ میں نے فوراً فیصلہ کرلیا کہ وہ وہی ہیں، مگر انعام کے لالچ میں یہ کہہ کر میں نے ٹال دیا کہ وہ کوئی اور ہی ہوں گے، مقصد یہ تھا کہ کوئی اور یا یہ خود ان کی تلاش میں نہ نکل پڑے اور پھر وہ خود انہیں گرفتار کر کے انعام حاصل کرلے، تھوڑی دیر کے بعد مجلس سے اٹھ کر میں گھر گیا اور باندی سے کہا کہ گھوڑے کو فلاں ٹیلے کے نیچے لے جا کر کھڑا کردے، پھر میں نے اپنا زادِراہ اور نیزہ لیا اور گھر کی پشت کی جانب سے چپکے سے نکل گیا، اور گھوڑا تیز دوڑا دیا، یہاں تک کہ کچھ ہی دیر میں ان کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دینے لگی، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو للکارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور اس کی طرف پھیرا تو اس کے گھوڑے کی تمام ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اس نے منت سماجت کی اور رہائی پائی اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کسری کے کنگن پہننے کی بشارت دی جسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں پورا کردیا گیا تھا۔

بریدہ اسلمی

یہاں سے قافلہ آگے روانہ ہوا مدینہ طیبہ کے نواح میں ایک شخص بریدہ اسلمی اپنے ۷۰ آدمیوں کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھات میں چھپا ہوا تھا، قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کے انعام کا اعلان کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرفِ ہمکلامی کا موقع ملا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریدہ سے جو بات کی اس سے نیک فال لیا، پوچھا کیا نام ہے؟ جواب ملا: بریدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بردامرنا یعنی ہمارا معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا، پھر پوچھا کس قبیلے سے تو کہا بنو اسلم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمنا یعنی ہم محفوظ ہو گئے وہ قبیلہ بنی اسلم کے خاندان سہم سے تعلق رکھتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جوان تجھے اسلام سے بڑا سہم (حصہ) مل گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام سے بریدہ بہت متاثر ہوا اور ستر (۷۰) ساتھیوں سمیت مسلمان ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک سفر ہوگیا، جب یہ قافلہ قبا کے قریب پہنچا تو بریدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ قافلۂ نبوت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم بھی موجود ہو، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عمامہ اتارا، اپنے ہاتھ سے اسے نیزہ پر باندھا اور بطور پرچم بُریدہ کو عطا فرمایا، انھوں نے اسے ہوا میں لہرایا

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم بردار کی حیثیت سے آگے آگے چلنے لگے، یہ تاریخ اسلام کا پہلا پرچم تھا۔ (رحمۃ للعالمین)

یہ مقدس قافلہ قبا پہنچا، مکہ سے قبا تک کا سفر آٹھ روز میں طے ہوا، تمام اہلِ قبا نے نعرۂ تکبیر کیساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا، قبا کی بستی مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے جہاں قبیلہ اوس کے خاندان آباد تھے، ان میں سب سے ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا آپ انھی کے مہمان ہوئے، انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔ (طبقات ابن سعد)

مسجد قبا

چند روز بعد حضرت علیؓ اپنے رفقاء کے ساتھ آ گئے اور وہیں قیام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام قبا میں چودہ روز رہا، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا کام مسجد کا تعمیر کرانا تھا، ایک زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں، یہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی۔

مسجد قبا اسلام کی پہلی مسجد ہے جس کا سنگ بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رکھا تھا، سب مسلمانوں نے جوش وخروش کے ساتھ اس کی تعمیر میں حصہ لیا، خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی عادت کے مطابق عام مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے اور پتھروں کو اٹھانے اور دوسرے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے، یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید کی سورۂ توبہ کی ۱۰۸ ویں آیت میں فرمایا گیا: "(اے پیغمبر) تم اس مسجد میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ واقعی اس لائق ہے کہ تم اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک صاف رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔ (التوبہ:۱۰۸)

اس شرف کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے ہر ہفتہ کو قباء تشریف لایا کرتے تھے۔

قبا میں چودہ روز قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ ہونے کا ارادہ ظاہر فرمایا، عمرو بن عوف کے قبیلہ والوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہم سے کوئی خطا سرزد ہوئی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ناراض ہو کر یہاں سے تشریف لے جا رہے ہیں؟ ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہیں قیام فرمائیے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آگے جانے کا حکم ہوا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے، جب قبیلہ بنی سالم بن عوف کے محلہ میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں مختصر قیام کر کے مسجد غیب میں نماز جمعہ ادا فرمائی جو بعد میں مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہوئی، یہ تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں ادا ہوا جس میں شرکاء کی تعداد ۱۰۰ تھی، نماز سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا، اس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی اطاعت اور اس کی فرماں برداری پر زور دیا اور نیک عملی کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی، اس خطبہ میں اہل مکہ کے مظالم کی شکایت

کے متعلق ایک حرف بھی نہ تھا،نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ کی سواری آگے بڑھی۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

اُدھر مدینہ طیبہ والوں کا حال بڑا عجیب تھا؛ کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر ان کے لیے سب سے عظیم مسرت تھی، مدینہ والے بڑے جوش وخروش کے ساتھ مسلسل کئی دنوں سے اس لمحہ کا انتظار کررہے تھے، جوں ہی انہوں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوگئے ہیں، تب سے مدینہ کا ہر فردِ بشر شوقِ دیدار میں مدینہ کے باہر مقامِ "حَرَّہ" پر آکر انتظار کرتا اور پلک جھپکائے بغیر سامنے افق پر نظریں جمائے رہتا جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہونے والے تھے، ایک روز حسب معمول اسی کیفیت کے ساتھ شدت سے منتظر تھے کہ ایک یہودی نے پہاڑی کے ٹیلے پر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رونق افروز ہوتے ہوئے دیکھ کر پکارا: "يَا بَنِي قَيْلَةَ! هٰذَا جَدُّكُمْ" اے بنی قیلہ! تمہارے مقصود ومطلوب آگئے، اس ایک جملہ کا کانوں میں پڑنا تھا کہ مدینہ والے خوشی سے جھوم اٹھے، تمام انصارِ مدینہ والہانہ وبے تابانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے نکل پڑے، دل اور آنکھیں بچھائے پروانہ وار کھڑے ہوگئے، نعروں سے پوری آبادی اور وادی گونج اٹھی، "اَللّٰهُ أَكْبَرُ جَآءَ رسولُ اللهِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ جاء رسولُ اللهِ" اللہ اکبر، رسول اللہ تشریف لے آئے، اللہ اکبر، رسول اللہ تشریف لے آئے، انصارِ مدینہ کی ننھی منی بچیاں استقبالیہ ترانہ پڑھ رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا — مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا — مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع
أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا — جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاع

بنی مالک بن نجار کا محلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ننھیال تھا، آپ ﷺ کے پردادا ہاشم نے اس قبیلہ کی خاتون سلمٰی بن عمرو سے نکاح کیا تھا، جن سے عبد المطلب پیدا ہوئے تھے، آپ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ وہاں ایک بنجر زمین پر بیٹھ گئی، کچھ دیر بعد کھڑی ہوکر اِدھر اُدھر چل کر واپس آئی، اور پھر اُسی جگہ بیٹھ گئی، ہر کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میزبان بننے کا خواہشمند ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹنی مامور ہے، اس وقت حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری سکونت اس جگہ سے بالکل قریب ہے اس لئے آپ ﷺ میرے مکان میں قیام فرمائیں، آپ ﷺ نے ان کی درخواست قبول کی اور ان کے مکان تشریف لے گئے جو دومنزلہ تھا، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش کی کہ اوپری منزل میں قیام فرمائیں؛ لیکن لوگوں سے ملاقات میں آسانی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیچے کی منزل میں رہنا پسند فرمایا، (سیرت ابن ہشام)

اس طرح ہجرتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقدس سفر مکمل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے جذبات اور محبت وعقیدت کا احترام کرتے ہوئے بحکم الٰہی مدینہ طیبہ ہی کو اپنا مسکن بلکہ مدفن بنانے کا فیصلہ فرمالیا، اور ایسا ہی ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ کے ترپن سال تو مکہ میں رہے، مگر مدینہ طیبہ میں حیاتِ طیبہ کے دس سال ہی نہیں، بلکہ قیامت تک رہیں گے۔

سبق

ہجرت نبوی سے ہمیں سب سے پہلا سبق یہ ملتا ہے کہ توکل اسباب کے منافی نہیں یعنی اللہ پر اعتماد و بھروسہ کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کام کے لیے جدوجہد اور کوشش ترک کر کے چپ چاپ ہاتھ پاؤں باندھے بیٹھ جائیں کہ اللہ کو جو کچھ کرنا ہے وہ خود کردے گا، اسباب اور تدبیر کی ضرورت نہیں، بلکہ توکل نام ہے کسی کام کو پورے ارادہ وعزم اور تدابیر وکوشش کے ساتھ انجام دینے اور یقین رکھنے کا کہ اگر اس کام میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں ضرور ہی ہم کو کامیاب فرمائے گا۔

آج کل توکل کے باب میں بھی مسلمانوں کی اکثریت افراط اور تفریط کی شکار ہے، کچھ لوگ اسباب وتدابیر ہی پر کلی اعتماد کرتے ہیں، اور اسی کو مثبت یا منفی نتائج کا مکمل ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ اسباب کو بالکل نظر انداز کر کے اللہ پر بھروسہ کا دم بھرتے ہیں ،حالانکہ توکل کا مفہوم یہ تھا کہ کلی طور پر اسباب اور تدابیر اختیار کرنے کے بعد اثر اور نتیجہ کو اللہ کے سپرد کردیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اللہ مددگار ہے تو کوئی ہمیں ناکام نہیں کرسکتا اور اگر اللہ نہ چاہے تو کوئی ہماری مرادیں پوری نہیں کرسکتا۔

چنانچہ واقعہ ہجرت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ممکن مادی وسائل اور اسباب وتدابیر کو پیش نظر رکھا حالانکہ آپ کو وحی ربانی کی مکمل تائید حاصل تھی ۔

(۱) مثلاً آپ نے گھر سے نکلنے سے پہلے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا تاکہ دشمن کو احساس ہو کہ آپ اندر سو رہے ہیں

(۲) پھر رفیق سفر کا انتخاب کیا جس کا شرف حضرت ابوبکرؓ کو حاصل ہوا۔

(۳) دو تیز رفتار سواریوں کی چار مہینہ پہلے سے خوب دیکھ ریکھ کی گئی اور عین سفر ہجرت کے موقع پر انہیں ضروری ساز وسامان سے لیس کیا۔

(۴) راستوں کے ماہر عبداللہ بن اریقط کو راستے کی نشاندہی کے لیے باقاعدہ اجرت پر ساتھ لیا۔

(۵) زادراہ اور سامان خورد ونوش کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔

(۶) ہجرت کے معاملے کو مکمل رازداری میں رکھا صرف چند لوگوں کو خبر دی جنہیں براہ راست اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانا تھا۔

(۷) راستوں کے بارے میں آپ نے دشمنوں کو مغالطہ دینے کے لیے جنوب میں یمن کا راستہ اختیار کیا حالانکہ مدینہ سمت شمال میں واقع ہے۔

(۸)اسی طرح غارِ ثور میں تین روز روپوش رہے تا کہ دشمنوں کی تگ ودو میں کمی آجائے ،اس بیچ دشمنوں کے نقل وحرکت سے باخبر رہنے کا بھی مکمل انتظام کیا گیا،اسی قدر قدموں کے نشانات بھی مٹانے کی کوشش کی گئی مبادا کہ یہ نشانات کفار قریش کو سمت سفر کا پتہ دے دیں۔

ان تمام اسباب ووسائل کی مکمل فراہمی کے بعد اللہ ہی پر کامل بھروسہ اور مکمل اعتماد تھا،اسی لیے جب کفار قریش کے قدموں کی آہٹ سے حضرت ابوبکرؓ کو تشویش لاحق ہوئی تو آپ نے جواب دیا ،لاتحزن ان اللہ معنا ابوبکر!مت گھبراؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے، یہ ہے توکل کا حقیقی مفہوم۔

ہجرت سے ہمیں دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ جو اللہ کے احکام کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

ذرا غور کریں کفار قریش نے آپ کے قتل کے لیے کس قدر پلاننگ کی تھی،ننگی تلواریں سونتے ہر طرف سے گھر کو گھیر رکھا تھا، بچنے کے کوئی ظاہری اسباب دکھائی نہیں دے رہے تھے،ہاں!صرف اللہ رب العالمین کی ذات تھی جو اپنے حبیب کو ظالموں کے چنگل سے نکال سکتی تھی، چنانچہ وحی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دے دی جاتی ہے،آپ ان کی آنکھوں پر ایک مشت مٹی پھینکتے ہیں اور ان کے سامنے سے صحیح سالم گزر جاتے ہیں، پھر غار ثور میں آتے ہیں، وہاں بھی اللہ تعالی نے آپ کو کفار قریش کی نگاہوں سے اوجھل رکھا حالانکہ وہ غار کے دہانے تک پہنچ چکے تھے۔اسی طرح سفر ہجرت کے دوران اللہ تعالی نے سراقہ بن مالک کے نرغے سے بھی بچایا بلکہ وہ الٹے پناہ کا طالب ہوا۔

ہجرت سے ہمیں تیسرا سبق یہ ملتا ہے کہ تنگی اور کشادگی ہر حال میں اعتدال اور توازن کو ملحوظ رکھنا چاہئے،اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس دن بے سروسامانی کی حالت میں مکہ سے نکلے اس دن آپ کے اندر جیسی خاکساری تھی،اور اللہ پر جیسا پختہ اعتماد تھا ایسی ہی خاکساری اور ایسا ہی اعتماد اس دن بھی پایا گیا جس دن آپ مکہ میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے،اور اسلام اور مسلمانوں کو بالادستی حاصل ہوئی،مکہ سے نکالے جانے کے دن آپ کی جیسی زندگی تھی ویسی ہی زندگی اس وقت بھی رہی جب کہ جزیرہ عرب میں اسلامی فتوحات کے پرچم لہرا رہے تھے،اور مسجد نبوی میں سیم وزر کے انبار لگے تھے۔

ہجرت سے ہمیں چوتھا سبق یہ ملتا ہے کہ بہترین انجام ہمیشہ نیکوکاروں اور تقوی شعاروں کا ہوتا ہے۔

واقعہ ہجرت سے پانچواں سبق یہ ملتا ہے کہ صبر مومنوں کا شیوہ ہے اور صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے،اگر اللہ تعالی چاہتا تو نبی اکرم کو معمولی تکلیف بھی نہیں پہنچ سکتی تھی،لیکن آپ ابتلاء وآزمائش سے دوچار کئے گئے تا کہ بے پناہ اجر وثواب کے مستحق ٹھہریں،اور یہ نمونہ آپ کے بعد داعیان حق کے لیے مشعل راہ بنے تا کہ وہ اس کی رہنمائی میں شدائد ومشکلات سے بحسن وخوبی نبرد آزما ہوسکیں۔

واقعہ ہجرت میں سب سے نمایاں کردار انصار مدینہ کا دکھائی دیتا ہے جنہوں نے خلوص دل سے اسلام قبول کیا آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل ایمان ساتھیوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی دعوت دی، حالانکہ وہ دعوت دیتے وقت بخوبی جان رہے تھے کہ اس کے نتیجہ میں انہیں تمام عرب کی دشمنی مول لینی ہوگی، اور یہی نہیں کہ آپ اور آپ کے مکی ساتھیوں کی رہائش کے لیے اپنا شہر پیش کردیا بلکہ آپ کو اپنا حاکم بھی تسلیم کیا، آپ کی وفادار رعیت اور جانثار فوج بن گئے مہاجرین مسلمانوں کو اپنے ساتھ برابر کے حقوق دیئے، اپنا بھائی بنایا، اپنے گھر بار، اپنے مال واسباب اور اپنی جائدادوں تک کو ان کے لیے پیش کردیا یہاں تک کہ جن کے پاس دو بیویاں تھیں انہوں نے اپنے مہاجر بھائی کے سامنے طلب رکھا کہ ان میں سے جو انہیں پسند آجائے اشارہ کریں انہیں طلاق دے دوں اور عدت گزرنے کے بعد ان سے شادی کر کے اپنا گھر بسا لیں ایسے ایثار کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار نصیب فرمائے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حسن یوسف، دم عیسی، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ھمہ دارند، تو تنہا داری

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

بزم خطباء ٹیلیگرام چینل میں شامل ہونے کے لیے ٹیلیگرام کے تلاش کے خانہ میں لکھیں

@bazmekhateeb

اور شامل ہو جائیں

نوٹ: اس مواد کو تیار کرنے میں مختلف اہل علم کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے اور اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔